''دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے''

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

رحمتِ عالم، فخرِ دو جہان سید الانس والجان سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ انسانیت کے لیے مشعلِ راہ اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں کی ضامن ہے۔ جس کا ہر ہر پہلو اور ہر ہر رخ عشاقِ رسالت اور مشتاقانِ بارگاہِ نبوّت کے لیے ابدی سعادتوں کا گنجینہ ہے اور اس قدر حسین و بہار آفرین ہے کہ ذکر کرتے ہی دلوں میں محبت ومودت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگ جاتے ہیں، کلیاں کھل اٹھتی ہیں اور روحوں کا چمن سرسبز وشاداب ہوجاتا ہے۔ آپ کا ذکرِ خیر ایسی بہار ہے جس کے بعد کسی دوسرے بہار کی ضرورت نہیں، جس کی حیات بخش فضاؤں میں مہکنے والی کلیوں، چٹخنے والے غنچوں اور کھلنے والے پھولوں کو کسی خزاں یا پت جھڑ کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہر جہت سے، ہر نوعیت سے کامل ومکمل اور لا محدود ہے ان میں ایک پہلو آپ کے اسم مبارک کا بھی ہے، جس میں سیرت طیبہ کا وہ بحرِ بےکراں ہے جس کو تحریر و بیان میں لانے کے لیے خردِ انسانی ناکافی ہے۔ صرف اس نیت سے ذکر کرتے ہیں تاکہ اس پاک نام کی برکت سے ہماری زبانیں طہارت کا لباس اوڑھ لیں۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ ولٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّد

یوں تو اللہ کی قدرت نے اپنی شاہکار ترین تخلیق کو عالمِ وجود میں لا کر متعدد القابات واسماء سے نوازا ہے جو ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ ایسے ایسے خصائص اور فضائل پر مشتمل ہے جو ضخیم وعظیم ہونے کے ساتھ محبت وایمان کی کیفیتوں میں موج در موج اضافہ کرتے ہیں۔ لیکن ان سب میں آپ کے ذاتی نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ایک علیحدہ ہی شان کا حامل ہے، آپ کا یہ اسم مبارک الہامی طور پر رکھا گیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے ابن اسحٰقؒ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ جب میرے شکم میں بصورتِ حمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک دن میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھی کہ میرے پاس ایک فرشتہ نے آکر کہا تم اس امت کے سردار کو اپنے حمل میں اٹھائے ہوئے ہو۔ جب وہ پیدا ہو کر زمین پر آجائیں تو یوں کہنا: ''اُعِیْذُهٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ''۔ اس نومولود کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک نور نکلے گا جس سے ملک شام میں بُصریٰ کے محلات تک وسیع وعریض علاقہ منوّر ہو جائے گا۔ جب وہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) البدایہ۔

اسی طرح برہان الدین حلبیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کا نام ایک

خواب کی وجہ سے رکھا۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی کمر سے ایک (نور کا) سلسلہ نکل رہا ہے جس کا ایک سرا زمین میں ہے اور دوسرا آسمان میں، اسی طرح ایک سرا مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ پھر اس نے ایک درخت کی صورت اختیار کی جس کے ہر پتے پر نور چمک رہا تھا اور مشرق و مغرب کے لوگ اس درخت سے لگے ہوئے تھے۔ عبدالمطلب نے جب یہ خواب بیان کیا تو اس کی یہ تعبیر دی گئی کہ ان کی صلب سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی مشرق و مغرب کے لوگ پیروی کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی تعریف کریں گے۔ اسی لیے آپ کے دادا نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ (سیرت حلبیہ)

لفظ ''محمد'' مادہ حمد سے مشتق ہے، جس کا معنی تعریف و ثناء بیان کرنا ہے۔ اس مادّے کا باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ''محمد'' ہے جس کا مطلب مطلب ہے بار بار تعریف کیا گیا۔ حمد کو آپ سے خصوصی نسبت ہے۔ آپ کو جو کتاب عطا کی گئی وہ فرقانِ حمید ہے، آپ کا پرچم لواء الحمد کہلایا ہے، آپ کی اُمّت حمّادون کہلاتی ہے اور آپ کو اللہ کے ہاں سب سے بلند و برتر مقام ''محمود'' عطا کیا گیا ہے۔

آپ کا یہ نام مبارک تمام اسماء کا سرتاج ہے کیونکہ اللہ نے اپنے محبوب کے لیے اسے بطور اسمِ ذات کے پسند فرمایا اور چار دانگِ عالم میں ازل سے ابد تک اس کی دھوم مچائی ہے۔ مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانیؒ نے اس کی شرح یوں فرمائی ہے: ا۔ ''اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ''۔ وہ ذات جس کی حمد و ثناء کثرت کے ساتھ بار بار کی جائے، کبھی جس کی تعریف ختم نہ ہو، ایک پہلو کو لے کر مدح شروع کریں وہ ابھی ختم نہ ہو کہ دوسرا شروع ہو جائے اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ ۲۔ ''مُحَمَّد اِذَا کَثُرَتْ خِصَالُهُ الْمَحْمُوْدَةُ'' وہ ذات جس میں نوعیتِ مدح اور تعریف کے قابل تمام انواع و اقسام کے خصائل جمع ہو چکے ہوں۔ (معارف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

جی ہاں یہی وہ مبارک نام ہے جس کا تلفظ کیے بغیر دائرہ اسلام داخلہ ممنوع ہے، جو کلمہ اسلام کا جز ولاینفک قرار پایا ہے اور اسلام کے بنیادی، مرکزی اور اہم عقیدہ توحید کی دلیل ہے۔ کیونکہ دینِ اسلام میں کلمہ طیبہ کے صرف دو جزء ہیں، پہلے میں اعلانِ توحید ہے اور دوسرے جز میں اعلانِ رسالت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہی کلمہ قرآن مجید میں متفرق صورت میں موجود ہے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا جز پورے قرآن میں کہیں بھی مذکور نہیں اور سنتِ نبوی میں بھی مفقود ہے۔ خلفائے راشدین اور خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں اور دیگر ائمہ نے اپنے اپنے ایامِ اختیار و اقتدار میں بھی اسی کلمہ شریف کو پڑھا اور اس کی تعلیم دی ہے اور اسی کو نجات اخروی کے لیے کافی سمجھا ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی میں جہاں ایمانیات کا مسئلہ درج ہے وہاں بھی صرف دو شہادتیں (توحید و رسالت) موجود ہیں۔

ا۔ ''بُنِیَ الِاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الله وانّ محمدا صلی الله علیه وسلم عبده و رسوله و

اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و حج بیت و صیام شھر رمضان......الخ'' (اصول کافی، ج:۱،ص:۳۷۷)

۲۔ پروردگارِ عالم نے قلم کو فرمایا کہ لکھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (جلاء العیون)

۳۔ جب عرش پر آدم علیہ السلام نے نظر کی تو یہ کلمہ شریف نظر آیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (جلاء العیون)

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوئی کہ لوگوں کو کہہ دیجیے کہ کہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (حیات القلوب)

۵۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو جب آپ نے کلمہ شریف پڑھایا تو اس میں یہ فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (حیات القلوب)

۶۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت میں جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی اس میں دو سطریں لکھی ہوئی تھیں، سطر اوّل میں لا اِلٰہ الا اللہ اور سطر دوم میں محمد رسول اللہ تھا۔ (حیات القلوب)

مذکورہ بالا تمام مقامات میں تیسری شہادت نہیں پائی جاتی فلہٰذا یہی کلمہ طیبہ جس کے صرف دو اجزاء توحید و رسالت ہیں، صحیح ہے اور آخرت میں نجات کے لیے یہی ضروری ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال واعمال اسی کی مؤید ہیں اور ان کے دورِ خلافت میں بھی یہی کلمہ پڑھا جاتا رہا اور اسی کی تعلیم وتلقین جاری تھی، تیسرے جز والا کلمہ ان کے بعد والے لوگوں نے تصنیف کیا ہے اور مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لیے مرتب کیا ہے۔

پہلا جز ایک دعویٰ ہے، دوسرا جز اس کی دلیل ہے کیونکہ وحدانیت کا یقینی اور حتمی علم حضور علیہ السلام کی ذات اور آپ کی شہادت ودعوت سے ہوا ہے اور ساتھ ساتھ سمجھ لیا جا رہا ہے۔ وہ اللہ ہیں اور یہ اس کے رسول ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کی صفات وذات میں شریک نہیں ہیں، کیونکہ یہ اولاد والے ہیں، بنین وبنات والے، قبیلے کنبے اور خاندان والے ہیں اور وہ ان سب سے پاک ہے۔

یہ مبارک اسم توحید کی طرح ختمِ نبوّت کے عقیدہ کا بھی پرچار ہے۔ شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے۔ جب ہم کھا پی کر فارغ ہوتے ہیں، سفر ختم کر کے گھر واپس ہوتے ہیں، ایسے دیگر مقامات میں آخر میں حمد کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دنیا کا سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی حمد کریں گے۔ تو اسی دستور کے موافق جب سلسلۂ رسالت ختم ہوا تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد ہو، اس لیے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا گیا۔

پھر کلمے کے پہلے جز اور دوسرے جز میں عجیب قسم کی مناسبت بھی ہے، پہلے جز میں لفظ ''اللہ''، اللہ کا ذاتی نام ہے اور دوسرے جز میں لفظ ''محمد''، اللہ کے آخری نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام ہے۔ رحمٰن، رحیم صفاتی نام ہیں، ادھر رسول صفاتی نام ہے، پھر لفظ اللہ اور لفظ محمد دونوں مشدّد ہیں، دونوں میں ایک حرف ساکن ہے۔ دونوں چار حرفی مرکب ہیں، دونوں بے نکتہ ہیں، دونوں میں ایک ہی جنس کے دو حرف ہیں، ل، ل اور م، م۔ پھر یہ دونوں نام ایسے ہیں کہ